ڈاکٹر دفا راشدی

برصغیر میں قرآنِ حکیم کا پہلا مکمل فارسی ترجمہ

حضرت مخدوم نوح سرور ہالائی رحمۃ اللہ علیہ سندھی نے دسویں صدی ہجری میں "القرآن الحکیم" کا مکمل ترجمہ مع تفسیر کے فارسی زبان میں کیا۔ یہ نہ صرف سندھ بلکہ پورے برصغیر پاک و ہند میں قرآن مجید کا پہلا مکمل فارسی ترجمہ ہے[1]۔ یہ نسخہ پاکستان کے ادارہ سندھی ادبی بورڈ جام شورو نے ۱۴۰۱ھ (۱۹۸۱ء) میں اس وقت کے چیئرمین علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی کی نگرانی میں بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ علامہ موصوف نے فارسی زبان ہی میں اس نسخے کی تقدیم و تحشیہ و تصحیح کے فرائض بطریق احسن انجام دیئے ہیں۔ اس قرآن مجید کی طباعت و اشاعت انتہائی نفیس اور صوری و معنوی اعتبار سے معیاری انداز میں ہوئی ہے۔

"القرآن الحکیم" کے اس مطبوعہ نسخے کی کل ضخامت بڑے سائز پر ۱۲۲۶ صفحات ہے۔ جس میں سے عربی متن (یعنی اصل قرآن بھی) ۶۱۰ صفحات پر اور فارسی ترجمہ و تفسیر بھی ۶۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

کتاب کے شروع میں علامہ قاسمی کا معلومات آفریں "مقدمہ" ہے جو چالیس صفحات پر محیط ہے۔

ساتویں صدی ہجری یعنی حضرت مخدوم نوح کے ترجمے سے پہلے کی صدیوں میں علما و فقہائے ہند نے اپنے عہد میں قرآن شریف کے فارسی ترجمے کیے۔ لیکن یہ تمام ترجمے چند سورتوں یا آیتوں تک محدود تھے۔ مثلاً علامہ شہاب الدین دولت آبادی کی تفسیر بحر المواج نویں صدی ہجری کی تالیف ہے یہ سورہ فاتحہ سے سورہ انعام تک ہے۔ علامہ ابوالفضل (المتوفی ۹۵۸ھ) نے بھی دسویں صدی ہجری کے وسط میں تفسیر آیۃ الکرسی لکھی۔

علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی نے مقدمے میں ان تفاسیر کے علاوہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد (دکن) کے حوالے سے چند قلمی نسخوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں شیخ نظام الدین تھانیسری کی تفسیر فارسی "ریاض القدس" پارۂ عم، نامعلوم ترجمے کی تفسیر سورۂ الملک و سورۂ المدثر اور حضرت شاہی کی تفسیر معالم الاسرار ہے۔

دسویں صدی ہجری میں حضرت مخدوم نوح ہالائی کے مکمل فارسی ترجمے کے بعد گیارہویں صدی ہجری سے علمائے کرام نے ترجمہ و تفسیر کی طرف زیادہ توجہ دی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم نے معاشرے کی اصلاح و تطہیر کی خاطر تحقیق و تفہیم کے ساتھ درس قرآن کا سلسلہ جاری کیا۔ وہ سبق کے طور پر قرآن کے متن کو لفظ بہ لفظ ترجمہ و تفسیر کے ساتھ سمجھاتے تھے۔ طلباء کے سامنے وضاحت سے مطالب قرآن بیان فرماتے تھے اور آیات قرآنی کی روشنی میں مسائلِ زندگی پر بحث کرتے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم کا نظریہ یہ ہے قرآن حکیم ایک فن کی کتاب ہے۔ اہل علم کو اس فن میں کامل دسترس ہونی چاہیئے۔

شاہ عبدالرحیم کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ ان کے نامور فرزند حضرت شاہ ولی اللہ (وفات ۱۱۷۶ھ) نے اپنے والد کا طریقہ اختیار کیا۔ شاہ صاحب نے ۱۱۵۱ھ میں فتح الرحمٰن کے نام سے قرآن مجید کا مکمل فارسی ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ بارہویں صدی ہجری میں ہوا۔

تیرھویں صدی ہجری میں جو تفسیر مشہور ہوئی وہ حضرت شاہ ولی اللہ کے خلفِ رشید حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (متوفی ۱۲۳۸ھ) کی تفسیر فتح العزیز معروف بہ "تفسیر عزیزی" ہے یہ تفسیر مکمل نہیں ہے صرف سورۂ بقرہ اور پارہ عم پر مشتمل ہے۔

شمس العارفین، غوث الحق حضرت مخدوم نوح ہالائیؒ علوم ظاہری و علوم باطنی کے مجموعہ کمالات بزرگ تھے۔ علومِ قرآن، حدیث، تفسیر، تجوید، فقہ اور مسائلِ دینی و دنیوی پر گہری نظر رکھتے تھے۔ قرآنی آیات کی تفسیر و تفہیم اور احادیثِ نبوی کی توضیح و تشریح آسان الفاظ میں ایسے دلآویز پیرائے میں بیان فرماتے کہ اُس عہد کے بڑے بڑے علما و فقہا ان کی ذہانت و ادراک اور تبحرِ علمی کے مداح و معترف ہوتے ان کے درس و تفسیر کی شہرت اتنی زیادہ تھی کہ دور دور سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ مسائل قرآنیہ کے ساتھ دیگر مسائلِ حیات

کا حل دریافت کرتے اور ان کی بارگاہ سے فیض یاب ہو کر اٹھتے۔ حضرت مخدوم نوح ہالائی کی دینی و قرآنی خدمات کا اندازہ ان کے ملفوظات و مکتوبات کے علاوہ ان کے ترجمہ و تفسیر قرآن سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی حضرت مخدوم نوح ہالائی کے فارسی ترجمے کی بہت سی خصوصیات بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ قدامت میں انھیں شرف قبولیت حاصل ہے۔

۲۔ اس میں مقطعات و متشابہات کے اسرار و رموز کے واضح اشارات ہیں۔

۳۔ ہر صفحے کے داہنی طرف قرآن کریم کا اصل متن ہے۔ اس کے بالمقابل ہر صفحے پر آیت کا سلیس اور جامع ترجمہ ہے ساتھ ہی متشابہ آیات کی تاویل و تشریح ہے۔ حاشیے میں آیات کی تصریح، محاوروں، استعاروں، پر مبنی لفظوں اور جملوں کی تحقیق شامل ہے علامہ قاسمی نے جگہ جگہ اس کی حاشیے میں نشاندہی کی ہے۔

۴۔ بین السطور مسائل کا ترجمہ اس خوش اسلوبی سے کیا گیا ہے کہ کسی اور ترجمے یا تفسیر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

۵۔ ترجمے کی زبان اس قدر سہل اور آسان ہے کہ عالم اور غیر عالم سب اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

۶۔ ایک سو چودہ سورتوں کے شروع میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کا ایک سو چودہ مرتبہ جو ترجمہ کیا گیا ہے، ہر ترجمہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اسی طرح ہم معنی آیتوں کے ترجمے بھی مختلف الفاظ اور جداگانہ انداز میں کیے ہیں۔ یہ جدت فارسی کے کسی دوسرے ترجمے میں دیکھنے میں نہیں آتی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قدرت نے مترجم کو ترجمے کے فن میں بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہے اور یہ فارسی زبان و ادب پر ان کی بے مثال دسترس کا ثبوت ہے۔

۷۔ ترجمہ و تفسیر میں اسلاف مفسرین و محدثین کے طریقوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے

۸۔ ترجمے کے ضمن میں مختصر تالیفات سے معانی و مطالب کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی "فتح الرحمٰن" کے ترجمے و تعلیقات میں یہی انداز اختیار کیا تھا اور طباعت کے وقت ایسے ہی تعلیقات حاشیے میں شامل کیے گئے ہیں۔ قرآن مجید اور اس کے ترجمے و تفسیر کا اصل نسخہ مترجم و مفسر حضرت مخدوم نوح ہالائی کے زیرِ نگرانی ان کے مرید و خلیفۂ خاص حضرت بہاؤالدین گوڈریہ ٹھٹھوی نے لکھا تھا جو ٹھٹھہ کی میمن برادری کے فرد تھے حضرت مخدوم اور ان کے دیگر مریدین بہاؤالدین گوڈریہ کا بہت احترام کرتے تھے۔ بہاؤالدین گوڈریہ کے عقیدت مندوں میں سندھ کے عظیم صوفی شاہ عبداللطیف بھٹائی کے جدِ امجد (حضرت مخدوم نوح کے خلیفۂ خاص) حضرت شاہ عبدالکریم بلڑی والے (متوفی ۱۰۳۲ھ) بھی تھے۔ سندھ کے عظیم المرتبت صوفی شاہ قاضی قاضن سیوستانی (متوفی ۹۵۸ھ) حضرت مخدوم کے ہم عصر تھے۔ قاضی قاضن اور شاہ کریم دونوں وادیٔ مہران کی برگزیدہ علمی و دینی شخصیات تھے۔[3]

یہ نسخہ دو خطوں میں لکھا گیا ہے۔ خطِ قرآن مقدس سیاہی میں، ترجمہ سرخی میں، ہر سطر کے نیچے ترجمہ ہے۔ علامہ قاسمی مقدمہ (ص ۱۵) میں تحریر فرماتے ہیں[4]۔ پہلے یہ خیال تھا کہ اسی نسخے کو آفسٹ میں چھاپا جائے، لیکن خط قرآن رسم الخط مصحف عثمانی کے مطابق نہ تھا اور ان میں بہت سی غلطیاں تھیں۔ لہٰذا یہ ارادہ ترک کر دیا گیا۔ اول تا آخر نسخے کی از سرِ نو کتابت کرائی گئی اور اس کی طباعت آفسٹ میں عمل میں آئی۔

اصل نسخے کے ورقِ اول میں جو عبارت درج ہے اس سے اس کا سنِ کتابت معلوم ہوا۔

"بدآنکہ بعد از آوردن کرچی از شہر تھتہ مورخہ بیست و ہفتم ماہ شعبان در نوشتن ترجمہ بعد شروع کردم در تاریخ ۱۰۱۱ھ بفضل و کرم امید کہ بحرمت قرآن و حرمت نبی آخر الزمانؐ جملہ ترجمہ بخیر و سلامت تمام کرد آمین آمین"[5]

قرآن کریم اور حضرت مخدوم نوح کے ترجمے مع تفسیر کا یہ اصل نسخہ درگاہ سروری ہالا کے موجودہ سولھویں سجادہ نشین اور سروری جماعت کے پیشوا مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ کی ملکیت ہے۔ ان ہی کی تحریک پر علامہ قاسمی نے اسے مدوّن کیا۔ اس نسخے کی کتابت ۱۰۱۱ھ میں ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ پانچ سو سالہ پرانا نسخہ ہے پانچ صدیاں گزرنے کے بعد اس کے کاغذ

کا خستہ وخراب ہونا، رنگ کا بدلنا، حروف کا مدہم ہونا اور اکثر حصوں کا ناقابل خواندہ صورت اختیار کرلینا کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ ان حالات میں علامہ قاسمی کو مخطوطے کے پڑھنے، تصحیح کرنے، صاف کرنے اور کتابت وطباعت کے لائق بنانے میں جس تکلیف دہ صورتِ حال اور دشوار گزار مرحلوں سے گزرنا پڑا اس کا اندازہ وہی لوگ کرسکتے ہیں جن کو اس قسم کے کاموں سے واسطہ پڑتا ہے۔

بہرحال یہ علامہ موصوف کی مخطوطہ شناسی، عربی وفارسی علوم وزبانوں پر قدرت، ترجمہ وتفسیر کی تفہیم وتدوین سے مکمل واقفیت، دین سے گہرا لگاؤ، اللہ اور اس کے رسولؐ سے بے پناہ محبت کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے کئی سال کی شب وروز محنت شاقہ، عرق ریزی اور دیدہ وری کے بعد ہر قسم کی مشکلات پر قابو پالیا اور تکمیل کی آخری منزل پر پہنچا کر دم لیا۔

علامہ قاسمی نے اپنی نگرانی میں کتابت وطباعت کروائی۔ عربی متن کی کتابت بخاری مسجد بھیم پورہ کراچی کے عبدالرؤف خطاط نے کی۔ فارسی متن کی کتابت لاہور کے ایک خوش نویس نے کی ہے (جن کا نام تاحال معلوم نہیں ہوسکا) عربی متن کے ہر صفحہ کے سامنے فارسی ترجمہ وتفسیر آیت بہ آیت نمبروار لکھی گئی ہے۔ عربی وفارسی دونوں کی کتابت بہت عمدہ ہے۔ خطوں اور سطروں میں یکسانیت وہم آہنگی ہے۔ یہ سب کچھ علامہ قاسمی کی خصوصی توجہ اور مسلسل محنت سے ہوسکا ہے۔

علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی نے مقدمے میں قرآن مجید کے نزول سے لے کر اس کے قلمی نسخوں اور تمام دنیا میں اس کی ترویج کی تاریخ بیان کردی ہے اسناد ودلائل کے ساتھ انھوں نے قرآن حکیم کی فضیلت اور علوم قرآنی کی اشاعت پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔ مثلاً جمع قرآن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے واسطے سے، شروط تفسیر قرآن، تفسیر آیات متشابہات اور مسئلہ نسخ در قرآن وغیرہ کو خوب واضح کیا ہے۔

"ذکر برخی از تراجم وتفاسیر قرآن در زبانِ فارسی" کے زیر عنوان ان تمام تراجم وتفاسیر کا اجمالی احاطہ کیا ہے جو تبلیغِ قرآن کے ابتدائی دور سے لے کر حضرت مخدوم نوح ہالائی (متوفی ۹۹۸ھ) اور ان کے بعد حضرت شاہ عبدالرحیمؒ، شاہ ولی اللہؒ، ان کی اولاد اور ان کے عہد کے دیگر علماء وفقہا کے توسط سے معرضِ وجود میں آئے۔

ان کی نگارشں سے ثابت ہوتا ہے کہ برصغیر میں فارسی زبان میں جتنے ترجمے ہوئے یا تفسیریں لکھی گئیں۔ ان میں حضرت مخدوم نوح ہالائی کو اولیت حاصل ہے یعنی حضرت مخدوم کا ترجمہ پاک و ہند میں قرآن کا پہلا فارسی ترجمہ ہے ان سے پہلے جن حضرات نے ترجمے کیے وہ کسی سورہ یا پارے تک محدود تھے۔ مکمل فارسی ترجمہ یہی ہے۔ چالیس صفحات کے مقدمہ میں مخدوم نوح ہالائی کے حالات اور ان کے علمی و تحقیقی مرتبے کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔

حواشی

لے اس ترجمے کے بارے میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب "وحی منظوم" مصنفہ علامہ سیماب اکبرآبادی (مطبوعہ سیماب اکیڈمی کراچی ۱۹۸۱ء) کے دیباچے میں تحریر فرماتے ہیں:

"دہلی سے عرصہ ہوا فارسی زبان کے دو ترجموں والا قرآن پاک شائع ہوا تھا۔ ان میں سے ایک ترجمہ شیخ سعدی سے منسوب کیا گیا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ ترجمہ حضرت علی ابن محمد المعروف میر سید شریف جرجانی (متوفی ۸۱۶ھ) کا ہے اور دوسرا ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ء) کا ہے لیکن شاہ صاحب سے پہلے مخدوم نوح ہالائی (متوفی ۹۹۸ھ) نے فارسی میں ترجمہ کیا تھا جس کا ایک پارہ راقم (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان) نے شائع کیا تھا۔"

لے یہ عاجز (دفا راشدی) کی خوش قسمتی ہے کہ اسے علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی جیسے استاد معظم کی براہ راست رہنمائی اور ان کے "مقدمہ" کی روشنی میں حضرت مخدوم نوح ہالائی کے ترجمہ فارسی کے بارے میں یہ چند سطریں قلمبند کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

لے ذکرِ برخی از تراجم و تفاسیر قرآن در زبانِ فارسی از علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی ص ۱۵-۱۶۔

لے ملاحظہ ابیاتِ شاہ کریم مترجم ڈاکٹر نجم الاسلام، مطبوعہ انسٹی ٹیوٹ آف سندھالاجی سندھ یونیورسٹی جام شورو ۱۹۸۷ء۔